مولانا ابوالاعلیٰ مودودیؒ اور تفہیم القرآن

عنبرین عتیق
ریسرچ اسکالر، شعبہ علوم اسلامی، جامعہ کراچی

ABSTRACT

Abu Ala Maududi was the most eminent muslim scholar of 20th century. He was a journalist, theologion muslim revivalist leader and political philosoper and 20th century Islamist thinker of Indo Pak. He wrote over 120 books. His magnum opus was the 30 years in progress translation (tafsir) in urdu, of the Quran. The Tafhim ul Quran Tafhim is a combination of orthodox and modernist interpretations and has influenced modern Islamic thoughts of new era. It is different from tradiational exegesses in several ways. It is more than a tradiational commentary on the scripture as it contains discussions and debates regarding economics, sociology, history and politics.

The Tafhim deals exclusively with issues faces by the modern world in general and the muslim community in particular. It became widely read through out the subcontinent and has been translated to several languages.

مختصر تعارف

سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کا سن ولادت 1321ھ مطابق 1903ء ہے۔ جائے پیدائش اورنگ آباد دکن ہے اور آبائی تعلق

سادات کے سلسلہ چشتیہ سے ہے۔

آپ نے اردو، فارسی اور عربی کے ساتھ ساتھ فقہ اور حدیث کی تعلیم اتالیق کے ذریعے گھر پر حاصل کی۔ بعدازاں مدرسہ فرقانیہ اورنگ آباد سے آٹھویں کا امتحان پاس کیا۔ سید صاحب نے 1914ء میں مولوی کا امتحان دیا اور آپ کو مولوی عالم کی جماعت میں داخلہ کروا دیا گیا، جہاں آپ مولانا حمید الدین فراہی کی سرپرستی میں رہے۔

1920ء میں تعلیم کی تکمیل کے بعد ایک صحافی کی حیثیت سے انہوں نے اپنے کیریئر کا آغاز کیا اور پھر متعدد اخباروں میں ایڈیٹر کی حیثیت سے کام کیا اور بطور صحافی ملکی حالات کا براہ راست مطالعہ کیا۔ سیاسی تصورات میں سید صاحب مولانا جوہر کے خیالات سے زیادہ ہم آہنگ ہے۔ آپ نے اس دور میں انگریزوں کے خلاف اٹھنے والی ساری تحریکوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ مولانا جوہر کی فرمائش پر آپ نے 24 سال کی عمر میں "الجہاد فی الاسلام" جیسی معرکۃ الآرا کتاب لکھی جس کے بارے میں علامہ اقبالؒ نے فرمایا

"اسلام کے نظریہ جہاد اور اس کے قانون صلح و جنگ پر یہ ایک بہترین تصنیف ہے اور میں ہر ذی علم آدمی کو مشورہ دیتا ہوں کہ وہ اس کا مطالعہ کرے۔"

مسلمانوں کی اصلاح کے لئے 1932ء میں حیدرآباد سے رسالہ "ترجمان القرآن" جاری کیا۔ 1935ء سے 1947ء کا درمیانی دور ہندوستانی مسلمانوں کے لئے ایک نہایت نازک دور تھا۔ اس دور میں مولانا نے اپنی تحریروں سے مسلمانوں کا حوصلہ بلند رکھا اور اصلاح و تعمیر کا سلسلہ جاری رکھا۔ 1941ء میں جماعت اسلامی کی بنیاد رکھی۔ 1947ء میں انہوں نے پاکستان میں حقیقی اسلامی مملکت کے قیام کی ان تھک کوششیں کیں۔ یہ ایک حد تک انہی کی تبلیغ کا نتیجہ تھا کہ 1949ء میں قرارداد مقاصد منظور ہوئی۔ 1950ء میں بنیادی اصولوں کی کمیٹی کی رپورٹ میں اسلامی شقیں مضبوط ہوئیں اور 1956ء کے آئین میں اسلامی دفعات شامل کی گئیں۔ پاکستان میں نفاذ اسلام کے لئے ان کی مساعی نے انہیں اقتدار میں آنے والی مختلف حکومتوں سے متصادم کیا اور انہیں قید و بند کی صعوبتوں سے بھی گزرنا پڑا۔

تشکیل جماعت اسلامی کے 6 ماہ بعد، 1942ء میں مولانا نے تفہیم القرآن کے نام سے قرآن مجید کی تفسیر کا سلسلہ شروع کیا۔ تیس سال کی طویل محنت کے بعد 1972ء میں یہ کام تکمیل پذیر ہوا۔ 76 برس کی عمر میں 22 ستمبر 1979ء کو اس دارفانی سے کوچ کر گئے۔ (1)

تالیف تفہیم القرآن کا تاریخی پس منظر

مولانا نے جب مسلمانان ہند کا تجزیہ کیا تو اس وقت مسلمان حالت غلامی میں تھے اور استعمار کے زیر اثر تھے۔ مسلمانوں کے حالات پر ایک طرف حالی کی مرثیہ خوانی تھی تو دوسری طرف علامہ اقبال کی انقلابی اور امید تھی۔

مسلمانوں کی مذہبی قیادت مدارس کے ہاتھ میں تھی جہاں فقہی و کلامی بحثوں نے، مذہب کے عوامی مظاہر اور مقامی رسومات کی توجیہہ و تعویق میں مسلمانوں کو الجھا رکھا تھا۔

دوسری طرف جدید تعلیمات کا مبلغ علم صرف سطحی معلومات اور فنی اصطلاحات تک محدود تھا۔ اجتہاد، روشن خیالی اور تنقیدی

روح میں سے کسی کو بھی دخل نہ تھا۔

البتہ فکری انحراف کی راہیں کھلی تھیں، جنہیں مغربی فکر کے اساتذہ، عیسائی مشنری اور مغربی اقتدار سے مرعوب بعض مسلم افراد مستحکم کر رہے تھے۔ آریہ سماجی اور عیسائی، اسلام پر پوری طاقت سے حملہ کر رہے تھے۔

اصلاح کے نام پر کئی لوگ اور جماعتیں سرگرم تھیں۔ اصلاح کے ایجنڈے الگ الگ تھے۔ ایک طرف اہلِ تصوف تھے۔ جہاں محدود علمی کوششوں کے ساتھ نذرانوں اور عقیدت کا بازار گرم تھا۔ مجدد الف ثانی کی طرح کوئی قائدانہ رول نہ ادا کر پایا۔ دیوبندی اور بریلوی مناظروں اور مباحثوں کی محفلیں جاری و ساری تھیں۔ دوسری طرف جدید تعلیمات اور مغربی استعمار سے مرعوب طبقہ اسلام کی نئی تشریح و توضیح میں مصروف تھا۔ اس دور میں ان تمام مکاتبِ فکر کے تحت قرآن کی متعدد تشریح و تفسیر سامنے آئیں جہاں مخصوص اور محدود نظریۂ فکر پر کام کیا گیا۔ (2)

سید مودودی بطور مفسر

سید صاحب نے جب تفسیر پر کام شروع کیا تو ان کے سامنے سارا تاریخی پس منظر بھی تھا اور معاصر تفسیری کاوشیں بھی۔ انہوں نے تفہیم القرآن کے دیباچہ میں لکھا کہ قرآن مجید کے تفسیر و ترجمہ پر اتنا کام ہو چکا ہے کہ محض سعادت و برکت کیلئے نیا ترجمہ و تفسیر شائع کرنا درست نہیں بلکہ آدمی ان کسر کو پوری کرے جو سابق مترجمین و مفسرین کے کام میں رہ گئی ہو۔

نیز ان کی تفسیر و تفہیم اس عام تعلیم یافتہ طبقہ کیلئے ہے جو قرآن کی روح تک پہنچنا چاہتے ہوں۔ (3)

اس مقصد کے لئے مولانا نے آزاد ترجمانی کا ڈھنگ اپنایا۔ آپ نے قرآن کو ایسے طریقِ زندگی کے طور پر پیش کیا جو پوری ہمہ گیریت کے ساتھ عہدِ جدید پر منطبق ہو سکے۔ اسلامی مسائل پر ان کی نظر بالکل مختلف تھی۔ جو ٹھوس اور ناقابلِ تردید دلائل پر مبنی تھی اور تخلیقی بھی۔ ان کی آراء اور خیالات دوسروں کے مقابلے میں زیادہ سلجھے ہوئے تھے۔ (4)

مولانا مودودی بطور مفکر، مصلح اور مدبر

مولانا مودودی نے روایتی مذہبی طبقہ اور جدید تعلیم یافتہ طبقہ کے درمیان وسیع خلیج کو پر کیا اور اصلاحِ قوم کے لئے اسلام کی راہِ وسط کو اجتہادی طریقۂ کار سے اجاگر کیا۔ آپ نے تفسیرِ قرآن، تشریحِ احادیث اور تعلیمِ فقہ کے ساتھ اجتہادی بصیرت سے دورِ حاضر کے جملہ اہم علوم اور مسائل کے بارے میں اسلامی فکر کے اساسی اصول پیش کیا۔ مولانا مودودی بیسویں صدی کی تاریخ میں ایک مفکر، ایک مصلح اور ایک مدبر کی حیثیت سے منفرد مقام رکھتے ہیں۔ (5)

مودودی مکتبۂ فکر

قرآن کی بنیادی اصطلاحات:

مولانا مودودی نے قرآن فہمی کے لئے سب سے پہلے "الٰہ"، "رب"، عبادت اور دین کو قرآن کی بنیادی اصطلاحات قرار دیا۔ (6)

غور و فکر و تدبر

مولانا ایک عام انسان کو قرآن فہمی کی دعوت دیتے ہیں۔ ان کے مطابق قرآن صحیفۂ ہدایت ہے اور اس پر عمل پیرا ہونے

کیلئے غور و فکر اور مطالعہ کا خاص انداز ہونا چاہیے۔(7)

شعور عبدیت

مودودی کتب فکر انسان میں ایک نیا شعور عبدیت پیدا کرتا ہے۔(8)

تحریک اسلامی نہ قرآن محض ایک الہامی کتاب نہیں بلکہ اللہ کی طرف سے نازل کردہ وہ ابدی ہدایت ہے جو اسلام کی دعوت دینے والی اور ایک تحریک برپا کرنے والی کتاب ہے جو ایک نظریاتی ملت کی تعمیر کرتی ہے۔(9)

امتیازات خصوصیات

1۔مقدمہ تفہیم القرآن قرآن فہمی کی کلید:۔

سید مودودی نے اپنے تفسیر کے مقدمے میں قرآن کریم سے متعلق ان سوالات کا جواب دیا ہے جو بالعموم ذہنوں میں پیدا ہوتے ہیں اور ان سارے شبہات کو رفع کیا ہے۔ جو مخالفین کی طرف سے پھیلائے جاتے ہیں۔ مثلاً قرآن کا موضوع کیا ہے؟ اس کا مخاطب کون ہے؟ اس کے تدریجی نزول کے کیا اسباب ہیں؟ اس کو اس کے نزول کی ترکیب سے کیوں مرتب نہیں کیا گیا؟ اس میں ایک عام کتاب کی طرح تصنیفی ترتیب کیوں نہیں پائی جاتی؟ اس کا انداز علمی سے زیادہ خطیبانہ کیوں ہے؟ قرآن کو سمجھنے کی عملی تدابیر کیا ہیں اور ان سے استفادہ کیونکر ممکن ہے؟ قرآن جس دعوت کے ساتھ نازل ہوا ہے اسے کس طرح برپا کیا جا سکتا ہے؟ یوں تفہیم القرآن مقدمہ قرآن فہمی کے لئے ایک کلیدی حیثیت رکھتا ہے۔(10)

2۔ہر سورۃ کا جامع تعارف:

سید مودودیؒ کے اسلوب تفسیر کی ایک اہم خصوصیت یہ ہے کہ وہ قرآن کریم کی ہر سورۃ کی ابتدا میں ابتدائی مفصل اور جامع مقدمہ تحریر کرتے ہیں اس میں وہ سورۃ کے نام، اسباب نزول اور اس مرحلے کا ذکر فرماتے ہیں جس میں وہ سورۃ نازل ہوئی تھی، اور بیان کردہ مرکزی مضمون پر بھی روشنی ڈالتے ہیں۔

3۔اسلوب بیان:

تفہیم القرآن کی اہم خصوصیت اس کی زبان اور مولف کا انداز و بیان ہے۔ زبان شستہ و شگفتہ ہے۔ اور انداز بیان موثر و دلنشین ہے۔ گہری علمی بحثیں اور خشک موضوعات بھی دلکش انداز تحریر سے دلچسپ اور سہل معلوم ہوتے ہیں۔(11)

4۔آزاد ترجمانی:

مولانا مودودی نے لفظی ترجمے کے بجائے آزاد ترجمانی کا طریقہ اختیار کیا ہے۔ لفظی ترجمے کے لئے وہ بزرگوں کی خدمات کے قائل ہیں۔ لفظی ترجمے کے غیر موثر ہونے کے لئے وہ چار امور کا ذکر فرماتے ہیں جن میں زبان کی تاثیر کا فقدان قرآن کی تقریری انداز نزول کا خاص پس منظر اور قرآن کی مخصوص اصلاحی زبان قابل ذکر ہیں۔ اسی وجہ سے انہوں نے آزاد ترجمانی کا اسلوب اپنایا۔(12)

سید مودودی فرماتے ہیں:

"میں نے اس قرآن کے الفاظ کو اردو کا جامہ پہنانے کے بجائے یہ کوشش کی ہے کہ قرآن کی ایک عبارت

کو پڑھ کر جو مفہوم میری سمجھ میں آتا ہے اور جو اثر میرے دل پر پڑتا ہے اسے حتی الامکان صحت کے ساتھ اپنی زبان میں منتقل کر دوں۔ اسلوب بیان میں ترجمہ پن نہ ہو۔ عربی مبین کی ترجمانی، اردوئے مبین میں ہو۔ تقریر کا ربط فطری طریقے سے تحریر کی زبان میں ظاہر ہو اور کلام الٰہی کا مطلب و مدعا صاف صاف واضح ہونے کے ساتھ ساتھ اس کا شاہانہ وقار اور زور بیان میں جہاں تک بس چلے ترجمانی میں منعکس ہو جائے"(13)

5۔ عصری تفسیر:

"تفہیم القرآن" "عصری تفسیر" ہے۔ مولانا نے دینی و اعتقادی مباحث پیش کرتے وقت ایسا اسلوب اختیار کیا ہے کہ عام ناظر اس کتاب کو پڑھتے ہوئے قرآن کا مفہوم و مدعا صاف صاف سمجھتا چلا گیا ہے۔ اور اپنے دور کی زبان اور فکر میں قرآن کا پیغام پا گیا ہے۔(14)

مولانا مودودی کے بقول مفسرین کی کوشش قابل قدر ہیں مگر وہ آج کی ضروریات پورا کرنے اور تشنگی رفع کرنے کے لئے کافی نہیں ہیں۔ چاہئے یہ کہ موجودہ دور کے لحاظ سے تفسیر لکھی جائے جس سے مناسب طور پر استفادہ کیا جا سکے۔(15)

6۔ تفسیر بالماثور کا اہتمام:

سید مودودی اپنی تفسیر میں تفسیر بالماثور کا خصوصی اہتمام فرماتے ہیں۔ چنانچہ اس سلسلے میں وہ کسی آیت کی تفسیر کرتے ہوئے سب سے پہلے قرآن و کریم کی دیگر متعلقہ آیات سے استدلال کرتے ہیں پھر صحیح احادیث اور اقوال صحابہ سے اور اس کے بعد تابعین کے اقوال سے یوں تفہیم القرآن میں تفسیر القرآن بالقرآن اور تفسیر القرآن بالحدیث کا غیر معمولی اہتمام کیا گیا ہے۔(16)

7۔ فقہی مسائل میں مسلکی عصبیت سے اجتناب:

سید مودودی کے اسلوب تفسیر کی اہم خصوصیت فقہی احکام اور قوانین سے متعلق آیات کریمہ کی تشریح کے حوالے سے ان کا خصوصی انداز ہے۔ سید مودودی احکام سے متعلق آیات کریمہ کی تفسیر کرتے ہوئے کبھی تو فقہا کی آرا باہمی موازنے کے بغیر جوں کا توں بیان کر دیتے ہیں۔ کبھی ان آرا کا قرآن و حدیث کی روشنی میں آپس میں موازنہ کر کے خاص رائے کو راجح قرار دیتے ہیں، لیکن ایسا خاص مسلکی تعصب کی بنا پر نہیں کیا جاتا بلکہ راجح رائے کے صحیح اور ٹھوس ہونے کی بنا پر واضح دلائل کی روشنی میں کیا جاتا ہے۔ یوں فقہی احکامات سے متعلق آیات کی تفسیر محض اپنے مسلک کو صحیح ثابت کرنے کے لئے نہیں کی جاتی بلکہ صحیح رائے تک پہنچنے کے لئے کی جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تفہیم القرآن کی افادیت تمام مسالک میں یکساں ہے۔(17)

تفہیم القرآن میں اسلامی مکاتب فکر اور فرقوں کے مابین قربت و ہم آہنگی کی روش کو اختیار کیا گیا ہے۔ یہ تفسیری نہج فرقہ وارانہ مفاہمت پیدا کرنے والے مسلمانوں کو متحد رکھنے اور اسلامی معاشرے میں فرقہ واریت اور تعصب کو ختم کرنے کی کوششوں کا ایک بڑا جلیل القدر حصہ ہے۔(18)

8۔ دعوت دین کی اہمیت اور تقاضوں کو اجاگر کرنا:

مولانا تفسیر میں متعلقہ آیات کریمہ کی تشریح کرتے ہوئے دین کی دعوت اور اس کے اصول و مقاصد اور تقاضوں کی پیش

کرنے کا اہتمام کرتے ہیں۔ اس سلسلے میں سید مودودی نے دعوت کے اصول ومبادی کو بیان کرنے کے ساتھ ساتھ دعوت کے اسلوب اور داعی کی صفات کے بارے میں سیرت طیبہ اور احادیث کی روشنی میں تفصیلی گفتگو کی ہے۔ یوں تفہیم القرآن کا مطالعہ انسان کو دعوت حق کے اس کام کے لئے عملاً بھی تیار کرتا ہے جس کو پورا کرنے کیلئے نبی کریمؐ نے یہ قرآن پیش کیا۔(19)

9۔اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات:

تفہیم القرآن میں اسلام کو ایک مکمل ضابطہ حیات ثابت کیا گیا ہے۔ نیز اسلامی حکومت کے قیام کی اہمیت پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ اسلامی ریاست کے مختلف پہلوؤں کو اجاگر کرتے ہوئے۔ دین وسیاست کی علیحدگی کے جاہلانہ تصور کی نفی کی گئی ہے۔ اس حقیقت کو واضح کیا گیا ہے کہ اسلام ہی دین فطرت ہے، جو ہر دور میں انسانوں کے لئے فلاح وکامرانی کی ضمانت فراہم کرتا ہے اور انفرادی اور اجتماعی زندگی کے تمام شعبوں کے لئے رشد وہدایت کا سرچشمہ ہے۔(20)

10۔قرآنی قصص سے استدلال:

سید مودودی کے اسلوب تفسیر کی نمایاں خصوصیت قرآنی قصص سے استدلال کا خصوصی اسلوب ہے۔ اس سلسلے میں مولانا کا نقطہ نظر یہ ہے کہ قرآن کریم میں بیان کردہ مختلف قصوں کا دعوت دین کے ان مراحل سے جن میں وہ نازل ہوئے براہ راست تعلق ہوتا ہے۔ تمام قرآنی قصص موقع کی مناسبت سے نازل کئے گئے ہیں تاکہ سابقہ انبیاء کے واقعات کی روشنی میں ان کی رہنمائی اور تربیت کی جاسکے۔ نیز سید مودودی نے اپنی تفسیر میں اسرائیلیات سے ماخوذ انبیاءؑ سے منسوب ایسے قصوں اور حکایات کی سختی سے تردید بھی کی ہے جو ان کے مقام اور قدر ومنزلت کے منافی ہیں۔(21)

11۔مختلف مقامات کے نقشے اور تصاویر:

سید مودودی اپنی تفسیر میں بعض آیات کریمہ کی تفسیر کرتے ہوئے ان آیات میں مذکورہ مقامات کے نقشے بھی پیش کرتے ہیں تاکہ آیات کریمہ کے مفہوم بیان کرنے میں آسانی رہے۔ وہ واحد مفسر ہیں جنہوں نے اس مقصد کے لئے ارض قرآن کا باقاعدہ سفر کیا تاکہ ان علاقوں کو خود اپنی آنکھوں سے دیکھ سکیں جن کا ذکر قرآن کریم میں ہوا ہے۔(22)

12۔اہل کتاب کی مقدس کتابوں سے استشہاد:

اہل کتاب کی مقدس کتابوں تورات وانجیل وغیرہ کا حوالہ بالعموم یا تو اس لئے دیتے ہیں کہ ان کتابوں کا تحریف شدہ ہونا ثابت کیا جاسکے یا پھر ان مستشرقین اور مخالفین کے الزامات کو رد کرنے کیلئے استشہاد کرتے ہیں کہ نبیؐ نے قرآن اہل کتاب کی مقدس کتب یا ان کے علماء سے سیکھا ہے۔ علاوہ ازیں وہ ان کتب میں موجود خلاف واقع اور متضاد امور کی نشاندہی کیلئے بھی دیتے ہیں۔ بعض اوقات یہ ثابت کرنے کے لئے بھی کہ کس طرح ان لوگوں نے اپنے انبیاء پر جھوٹے اور بے بنیاد الزام لگا کر ان کی توہین کی۔(23)

13۔فروعی مباحث سے اجتناب:

وہ تفسیر میں ایسے موضوعات کو نہیں چھیڑتے جو دین میں بنیادی اہمیت کے حامل نہ ہوں یا جن کا مسلمانوں کی انفرادی زندگی کے کسی اہم پہلو سے براہ راست تعلق نہ ہو۔(24)

14۔گمراہ کن تاویلات پر گرفت:

سید مودودی تفسیر کے دوران ایسے مفسرین کی تاویلات کا بھرپور نوٹس لیتے ہیں جو قرآن کریم کی بعض آیات کو اپنے اپنے فرقوں کے گمراہ کن عقائد کی تائید میں استعمال کرتے ہیں۔اس سلسلے میں سید مودودی کا اسلوب یہ ہے کہ وہ پہلے خود ان لوگوں کی تاویلات ان کے اپنے الفاظ میں بیان کرتے ہیں پھر قرآن وحدیث اور قوی عقلی دلائل سے ان کا جواب دیتے ہیں تاکہ کوئی ایسا موقع باقی نہ رہ جائے کہ وہ اپنے مخصوص مقاصد کے لئے قرآنی آیات کو استعمال کرسکیں۔اس سلسلے میں وہ نقد وجرح کے دوران اپنے اسلوب میں شائستگی کا پوری طرح التزام کرتے ہیں۔(25)

15۔جدید علمی نظریات اور فلسفوں کا ابطال:

وہ تفسیر میں متعلقہ آیات کریمہ کی تشریح کرتے ہوئے جدید مغربی تہذیب کے پیدا کردہ مادہ پرستانہ اور لادین نظریات کا ٹھوس علمی تجزیہ کرکے ان کا باطل ہونا ثابت کرتے ہیں ،مثلاً ہیگل کا نظریہ (تاریخ کی جدلی تعبیر) مارکس کا نظریہ تاریخ (تاریخ کی مادی تعبیر) ڈارون کا نظریہ ارتقاء ،میکاولی کا نظریہ لادینی سیاست اور فرائیڈ کا نظریہ جنسی نفسیات وغیرہ۔سید مودودی نے اپنی تفسیر میں ان جدید جاہلی فلسفوں کو قوی عقلی دلائل سے باطل ثابت کیا ہے۔(26)

16۔لغات القرآنیہ/ اشعار عرب کا استعمال:

لغات قرآنیہ یعنی مفردات قرآن کے اصل مفاہیم متعین کرنے میں لغت کی امہات الکتب مثلاً لسان العرب اور قاموس وغیرہ سے استفادہ کیا گیا ہے۔

مثال:

"الھکم التکاثر" کی تفسیر میں فرمایا گیا۔"الھکم" لھو" سے ہے جس کے اصل معنی غفلت کے ہیں۔لیکن عربی زبان میں یہ لفظ ہر اس شغل کیلئے بولا جاتا ہے جس سے آدمی کی دلچسپی اتنی بڑھ جائے کہ وہ اس میں منہمک ہوکر دوسری اہم تر ین چیزوں سے غافل ہوجائے۔(27)

عربی زبان کی فصاحت وبلاغت کو بیان کرنے کے لئے مولانا نے تفہیم القرآن میں جابجا اشعار عرب کا حوالہ بھی دیا ہے جیسے سورۃ الرحمٰن میں ،لفظ الاء کی وضاحت اور بیان عربی اشعار کی مدد سے کی گئی ہے۔(28)

سورۃ الفیل کے تاریخی پس منظر میں عبدالمطلب کے اشعار کا حوالہ دیا گیا ہے۔(29)

17۔ضمیمہ جات تفہیم القرآن:

تمام ضمیمہ جات تفہیم القرآن میں عقلی استدلال کے ذریعہ لوگوں کے شبہات کو رفع کیا گیا ہے۔جیسے ختم نبوت کے سلسلے میں ضمیمہ سورۃ الاحزاب۔(30)

18۔مستشرقین کے اعتراضات کا جواب:

مولانا مودودی نے تفہیم القرآن میں موجودہ دور کے فتنوں،مغربی تہذیب کے جلو میں آنے والے لادین اور مادہ پرستانہ

فلسفوں اور دیگر نئے نئے چیلنجوں کا جواب بھی قرآن کی روشنی میں دیا ہے۔ ان کی تفسیر کی ایک خاص بات یہ بھی ہے کہ انہوں نے مستشرقین عیسائی مشنریوں اور مغرب زدہ طبقے کے باطل نظریات کو دلائل کے ساتھ رد کیا ہے۔ (31)

19۔ متحرفین قرآن کی تحریفات کا رد:

جدید زمانے کے متحرفین قرآن کی تحریفات کا زوردار رد کیا گیا ہے اور ان کے عقائد باطلہ کی تردید میں قرآنی آیات سے استدلال کیا گیا ہے۔ علاوہ ازیں انہوں نے اسلامی اقدار و نظریات کے خلاف کام کرنے والی مختلف تنظیموں اور گروہوں کے باطل عقائد و نظریات اور افکار و تاویلات کا موثر مدلل جواب دینے کا اہتمام بھی کیا ہے۔ سب سے اہم بات یہ ہے کہ انہوں نے یہ سب کچھ روایت و درایت کا خاص اہتمام کرتے ہوئے کیا ہے۔ (32)

20۔ نظم قرآن:

تفہیم القرآن کی ایک خصوصیت "نظم قرآن" کا تصور ہے۔ نظم قرآن تفسیر کا ایک اہم موضوع رہا ہے۔ مفسرین نے بالعموم سورتوں کے باہمی ربط آیات کو متعین کرنے کی سعی کی ہے۔ بعض نے پوری سورت کو ایک وحدت تصور کر کے اس کا عمود متعین کرنے کی کوشش کی ہے اور سورت کے تمام مضامین اور آیات کو اس عمود سے ربط کو ظاہر کیا ہے۔ تفہیم القرآن میں بھی ان کی جھلک نظر آتی ہے۔

تفردات تفہیم القرآن

1۔ فقہی مسائل اور اعتدال و اجتہاد۔

تفاسیر میں بالعموم مفسرین اپنے مسلک کے مطابق تعبیر کو فوقیت دیتے ہیں لیکن مولانا مودودی مسلکاً حنفی ہونے کے باوجود بعض اوقات حنفی مسلک سے اختلاف فرماتے ہیں۔

مولانا کا نقطۂ نظر یہ ہے کہ قرآن کا مطالعہ تمام تعصبات سے خالی الذہن ہو کر کرنا چاہئے۔ قرآن کی آیات اور ان کے سیاق و سباق سے جو بات عیاں ہوتی ہے اسی کو اختیار کرنا چاہئے۔ وہ ایک جگہ لکھتے ہیں۔

> ''میں نہ مسلک اہل حدیث کو اس کی تمام تفصیلات کے ساتھ صحیح سمجھتا ہوں اور نہ حنفیت یا شافعیت کا پابند ہوں۔'' (33)

بلکہ مزید اس کی وضاحت یوں فرماتے ہیں۔

> ''میرے نزدیک صاحب علم آدمی کے لئے تقلید ناجائز اور گناہ ہے بلکہ اس سے بھی شدید تر چیز ہے'' (34)

تفہیم القرآن میں اعتدال و توازن اور اجتہادی بصیرت کے نمونے جابجا دیکھے جا سکتے ہیں۔

2۔ طلاق اور خلع:

الطلاق مرتن فامساک بمعروف او تسریح باحسان ط و لایحل لکم ان تاخذو مما اتیتموھن شیا الا ان یخافا الا یقیما حدود اللہ فان خفتم الا یقیما حدود اللہ فلا جناح

علیہما فیما افتدت بہ ط تلک حدود اللہ فلا تعتدوھا ومن یتعد حدود اللہ فاولئک ھم ظالمون. (35)

''طلاق دوبار ہے پھر یا تو سیدھی طرح عورت کو روک لیا جائے یا بھلے طریقے سے رخصت کر دیا جائے اور رخصت کرتے ہوئے ایسا کرنا تمہارے لئے جائز نہیں کہ جو کچھ تم انہیں دے چکے ہو اس میں سے کچھ واپس لے لو۔ البتہ یہ صورت مستثنیٰ ہے کہ زوجین کو اللہ کی حدود پر قائم نہ رہ سکنے کا اندیشہ ہو تو ایسی صورت میں اگر تمہیں یہ خوف ہو کہ وہ دونوں حدود الٰہی پر قائم نہ رہ سکیں گے تو ان دونوں کے درمیان یہ معاملہ ہو جانے میں کوئی مضائقہ نہیں کہ عورت اپنے شوہر کو کچھ معاوضہ دے کر علیحدگی حاصل کر لے۔ یہ اللہ کی مقرر کردہ حدود ہیں۔ ان سے تجاوز نہ کرو اور جو لوگ حدود الٰہی سے تجاوز کریں وہی ظالم ہیں۔''

تفسیر میں طریق طلاق، علیحدگی کے آداب اور خلع کے اصول پر جو کچھ لکھا ہے ملاحظہ فرمائیں:

''رہی یہ صورت کہ ایک ہی وقت میں تین طلاقیں دے ڈالی جائیں جیسا کہ آج کل جہلاء کا عام طریقہ ہے تو یہ شریعت کی رو سے سخت گناہ ہے۔ نبیؐ نے اس کی بڑی مذمت فرمائی ہے اور حضرت عمرؓ سے یہاں تک ثابت ہے کہ جو شخص بیک وقت اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیتا آپ اس کو دُرّے لگواتے۔''(36)

طلاق کی صورت میں علیحدگی کے آداب کا ذکر کرتے ہوئے اسلام کی اخلاقی روح کو موثر انداز میں بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''یعنی مہر اور زیور اور کپڑے وغیرہ جو شوہر اپنی بیوی کو دے چکا ہو ان میں سے کوئی بھی چیز واپس مانگنے کا اسے حق نہیں۔ یہ بات ویسے بھی اسلام کے اخلاقی اصولوں کی ضد ہے کہ کوئی شخص کسی ایسی چیز کو جسے وہ دوسرے شخص کو ہدیہ یا تحفہ کے طور پر دے چکا ہو واپس مانگے۔ اس ذلیل حرکت کو حدیث میں اس کتے کے فعل سے تشبیہ دی گئی ہے جو اپنی ہی قے کو خود چاٹ لے۔''(37)

خلع کے حوالے سے گفتگو کرتے ہوئے مولانا فرماتے ہیں:

''شریعت کی اصطلاح میں اسے خلع کہتے ہیں کہ ایک عورت شوہر کو کچھ دے دلا کر اس سے طلاق حاصل کرے۔''(38)

خلع کی صورت میں عدت صرف ایک حیض ہے۔ دراصل یہ عدت ہے ہی نہیں بلکہ یہ حکم محض استبراء رحم کے لئے دیا گیا ہے تاکہ دوسرا نکاح کرنے سے پہلے اس امر کا اطمینان ہو جائے کہ عورت حاملہ نہیں ہے۔''(39)

ان دونوں آراء پر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ اس جگہ مولانا نے فقہ حنفی سے اختلاف فرمایا ہے۔ احناف کے بقول علیحدگی کے وقت شوہر تحفہ میں دیئے ہوئے زیور اور کپڑے واپس لے سکتا ہے۔

فان کان النشوز من قبلہ یکرہ لہ ان یاخذ منہا عوضاً وان اردتم استبدال مکان زوج.

وان کان النشوز منها اکثر مما اعطاها. (40)

اسی طرح جمہور علماء کے نزدیک خلع کی عدت وہی ہے جو طلاق کی ہے۔

واذ طلق الرجل امراته طلاق بائنا او رجعیا او وقعت الفرقة بینهما بغیر طلاق وهی حرة فمن تحیض فعدتها ثلثة اقراء. واذ فعل ذلک وقع بالخلع تطلیقة بائنة ولزمها المال. (41)

3۔ حلالہ اور مودودی:

فان طلقها فلا تحل له من بعد حتی تنکح زوجا غیره. فان طلقها فلا جناح علیهما ان یتراجعا ان ظنا ان یقیما حدود الله. (42)

''پھر اگر دوبارہ طلاق دینے کے بعد شوہر نے عورت کو تیسری بار طلاق دیدی تو وہ عورت پھر اس کے لئے حلال نہ ہوگی الا یہ کہ اس کا نکاح کسی دوسرے شخص سے ہو اور وہ اسے طلاق دیدے تب اگر پہلا شوہر اور یہ عورت دونوں یہ خیال کریں کہ حدود الٰہی پر قائم رہیں گے تو ان کے لئے ایک دوسرے کی طرف رجوع کر لینے میں کوئی مضائقہ نہیں۔

فقہاء احناف کے نزدیک جس شخص نے مطلقہ عورت کو پہلے شوہر کے لئے حلال کرنے کی نیت سے نکاح کیا تو اس کا نکاح صحیح ہے اور شرط فاسد کی کوئی حیثیت نہیں۔ یہی محققین کی بھی رائے ہے۔(43)

اگر چہ امام ابو حنیفہ کی طرف سے یہ بات منسوب ہے کہ وہ تحلیل کی شرط کو صحیح تسلیم کرتے ہیں اور اگر وہ طلاق سے انکار کرے تو قاضی وقت اسے مجبور کر سکتا ہے۔(44)

صاحب ہدایہ اس کے بارے میں لکھتے ہیں:

واذا تزوجها بشرط التحلیل فالنکاح مکروه بقوله علیه السلام لعن الله المحلل والمحلل له. (45)

صاحب ہدایہ نے مکروہ کی اصطلاح استعمال کی ہے، فاسد کی نہیں۔ گویا یہ نکاح صحیح ہے اس لئے یہ بحث کی گئی ہے کہ دوسرا شخص اگر جماع کرنے کے بعد طلاق دے تو یہ عورت پہلے شوہر کے لئے حلال ہوگی یا نہیں؟

صاحب ہدایہ اس کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

فان طلقها بعد وطیها حلت للاول لوجود الدخول فی نکاح صحیح اذ النکاح لایبطل بالشرط. وعن ابی یوسف انه یفسد النکاح لانه فی معنی الموقت فیه ولایحل علی الاول للفساده وعن محمد انه یصح النکاح لما بینا ولایحلها علی الاول لانه استعجل ما اخره الشرع فیجازی بمنع مقصوده کما فی قتل المورث. (46)

مالکیہ کے ہاں حلالہ کی نیت سے کیا ہوا عقد فاسد ہے۔ (47)
شافعیہ کے ہاں بھی تحلیل کی شرط سے عقد باطل ہو جائے گا۔ (48)
حنابلہ کی بھی یہی رائے ہے۔ (49)
مولانا مودودی کی رائے کے مطابق:

"احادیث صحیحہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر کوئی شخص محض اپنی بیوی کو اپنے لئے حلال کرنے کی خاطر کسی سے سازش کے طور پر نکاح کرے اور پہلے یہ طے کرلے کہ وہ نکاح کے بعد اسے طلاق دے دے گا۔ تو یہ سراسر ایک ناجائز فعل ہے۔ ایسا نکاح، نکاح نہ ہوگا محض ایک بدکاری ہوگی اور ایسے سازشی نکاح وطلاق سے عورت ہرگز اپنے شوہر کے لئے حلال نہ ہوگی"۔ (50)

4۔ حدودِ زنا اور مودودی:

زنا کے سلسلے میں فقہاء کے اختلافات اور ان کے دلائل کا تجزیہ کرنے کے بعد جو رائے دی ہے وہ محض مسلکی رعایت نہیں بلکہ محققانہ فیصلہ ہے۔ فرماتے ہیں:

"ان تمام روایات پر مجموعی نظر ڈالنے سے صاف محسوس ہوتا ہے کہ امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب کا مسلک ہی صحیح ہے۔ یعنی زنا بعد احصان کی سزا رجم ہے اور محض زنا کی حد صرف 100 کوڑے ہیں۔ تازیانے اور جلاوطنی کو جمع کرنے پر تو عہد نبوی سے لے کر عہد عثمانی تک کبھی عمل ہی نہیں ہوا۔ رہا تازیانے اور جلاوطنی کو جمع کرنا تو اس پر کبھی عمل ہوا ہے اور کبھی نہیں ہوا۔ اس سے مسلک حنفی کی صحت ثابت ہوتی ہے۔"

5۔ جوتے پہن کر نماز پڑھنے کا مسئلہ:

فلما اتها نودی یموسیٰ انی انا ربک فاخلع نعلیک انک بالواد المقدس طوی. (52)

"وہاں پہنچا تو پکارا گیا۔ اے موسیٰ میں تیرا رب ہوں جوتیاں اتار دے۔ تو وادی مقدس طویٰ میں ہے۔
سید مودودی اسی آیت کے ضمن میں لکھتے ہیں۔

"غالباً اس واقعہ کی وجہ سے یہودیوں میں یہ شرعی مسئلہ بن گیا ہے کہ جوتے پہنے ہوئے نماز پڑھنا جائز نہیں ہے۔ نبیؐ نے اس غلط فہمی کو رفع کرتے فرمایا" خالفوا الیهود فانهم لا یصلون فی نعالهم ولا خفافهم۔ (53) یہودیوں کے خلاف عمل کرو کیونکہ وہ جوتے اور چمڑے کے موزے پہن کر نماز نہیں پڑھتے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ ضرور جوتے پہن کر نماز پڑھنی چاہیے بلکہ مطلب یہ ہے کہ ایسا کرنا جائز ہے اس لئے دونوں طرح عمل کرو۔ ابوداؤد میں عمرو بن عاص کی روایت ہے کہ انہوں نے نبیؐ کو دونوں طرح نماز پڑھتے

دیکھا۔(54)

(55)مولانا مزید فرماتے ہیں:

"امام ابوحنیفہ، امام ابویوسف، امام اوزاعی، اسحاق بن راہویہ وغیرہ کے مطابق جوتا ہر حال میں مٹی سے پاک ہو جاتا ہے۔ مگر امام شافعی کا مشہور قول اس کے خلاف ہے۔ وہ جوتا پہن کر نماز پڑھنے کو ادب کے خلاف سمجھتے ہیں۔ اگر چہ یہی سمجھا گیا ہے کہ ان کے نزدیک جوتا مٹی پر رگڑنے سے پاک نہیں ہوتا ہے۔ اس سلسلے میں یہ امر قابل ذکر ہے کہ مسجد نبوی میں چٹائی تک کا فرش نہ تھا بلکہ کنکریاں بچھی ہوئی تھیں لہٰذا ان احادیث سے استدلال کر کے اگر کوئی شخص آج کی مسجدوں کے فرش پر جوتے لے جانا چاہے تو یہ صحیح نہ ہوگا۔ البتہ گھاس پر یا کھلے میدان میں جوتے پہنے پہنے نماز پڑھ سکتے ہیں۔ رہے وہ لوگ جو میدان میں نماز جنازہ پڑھتے وقت بھی جوتے اتارنے پر اصرار کرتے ہیں وہ دراصل احکام سے ناواقف ہیں۔(56)

6۔صلوٰۃ الوسطیٰ:

حافظو علی الصلوت. والصلوٰۃ الوسطی وقوموا للہ قانتین. (57)

اپنی نمازوں کی نگہداشت رکھو۔ خصوصاً ایسی نماز کی جو محاسن صلوٰۃ کی جامع ہو۔

مولانا مودودی کے مطابق "صلوٰۃ الوسطیٰ" کی ترجمانی "خصوصاً ایسی نماز جو محاسن صلوٰۃ کی جامع ہو" کرتے ہیں تفسیر میں بیان فرماتے ہیں:

"اصل میں لفظ صلوٰۃ الوسطیٰ ہے۔ اس سے مراد بعض مفسرین نے صبح کی نماز لی ہے اور بعض نے ظہر کی۔ بعض نے مغرب کی اور بعض نے عشاء کی لیکن ان میں سے کوئی قول بھی نبی کریمؐ سے منقول نہیں صرف اہل تاویل کا استنباط ہے۔"(58)

مفسرین کے نزدیک اکثر صحابہ، تابعین اور ائمہ دین کی رائے کے مطابق، اس سے مراد "نماز عصر" ہے۔

"انھا العصر لانھا بین صلاتی النھار. وصلاتی لیل وھو المروہ عن علی والحسن وابن عباسؓ، وابن مسعودؓ وخلق کثیر وعلیہ الشافعیہ ولا کثرون صححوا انھا صلوٰۃ العصر" (59)

جدید دور کی تمام تفاسیر میں مفسرین اس سے مراد "نماز عصر" لیتے ہیں۔

7۔انکار سجدہ ابلیس:

واذ قلنا للملٰئکۃ اسجدوا لادم فسجدوا الا ابلیس ط ابی واستکبر وکان من الکفرین. (60)

"پھر جب ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم کے آگے جھک جاؤ تو سب جھک گئے مگر ابلیس نے انکار کیا وہ اپنی بڑائی کے گھمنڈ میں پڑ گیا اور نافرمانوں میں شامل ہو گیا۔

مولانا تفسیر میں فرماتے ہیں:

"غالباً ابلیس سجدے سے انکار کرنے میں اکیلا نہ تھا بلکہ جنوں کی ایک جماعت نافرمانی پر آمادہ ہو گئی تھی اور ابلیس کا نام صرف اس لئے لیا گیا کہ وہ ان کا سردار تھا اور بغاوت میں پیش پیش تھا۔ لیکن اس آیت کا دوسرا ترجمہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ کافروں میں سے تھا۔ اس صورت میں اس کا مطلب یہ ہوگا کہ جنوں کی ایک جماعت پہلے سے ہی موجود تھی جو سرکش و نافرمان تھی اور ابلیس کا تعلق اسی جماعت سے تھا۔" (61)

ابلیس کے بارے میں یہ تفسیر اب تک نہ کی گئی ہے۔

8۔ حضرت آدم وحوا کا جنت سے نکالا جانا:

وقلنا یادم اسکن انت وزوجک الجنۃ وکلا منھا حیث شیتما ولا تقربا ھذہ شجرۃ فتکونا من الظلمین. (62)

"پھر ہم نے آدم سے کہا کہ تم اور تمہاری بیوی دونوں جنت میں رہو اور یہاں بفراغت جو چاہو کھاؤ مگر اس درخت کا رخ نہ کرنا ورنہ ظالموں میں شمار ہو گے"

یہاں اس آیت کی تفسیر میں مولانا "مرتبہ انسانیت" کی نہایت منفرد تاویل پیش کرتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں۔

"یہ حقیقت انسان کے ذہن نشین کرانا تھی کہ تمہارے لئے مرتبہ انسانیت کے لحاظ سے جنت ہی لائق و مناسب مقام ہے۔ لیکن شیطانی ترغیبات کے مقابلے میں اگر تم اللہ کی فرمانبرداری کے راستے سے منحرف ہو جاؤ گے تو جس طرح ابتدا میں اس سے محروم کئے گئے تھے۔ اسی طرح آخر میں بھی اس سے محروم ہو جاؤ گے" (63)

نیز آگے حواشی میں ظلم کی وضاحت بھی نہایت بہترین پیرائے میں فرماتے ہیں:

"ظالم کا لفظ نہایت معنی خیز ہے۔ ظلم دراصل حق تلفی کو کہتے ہیں۔ ظالم وہ ہے جو کسی کی حق تلفی کرے۔ جو شخص خدا کی نافرمانی کرتا ہے وہ حقیقت میں تین بڑے بنیادی حقوق تلف کرتا ہے۔ اولاً خدا کا حق، کیونکہ وہ اس کا مستحق ہے کہ اس کی فرمانبرداری کی جائے۔ ثانیاً ان چیزوں کا حق جن کو اس نے نافرمانی کے ارتکاب میں استعمال کیا۔ ثالثاً خود اپنا حق کیونکہ اس پر اس کی ذات کا یہ حق تھا کہ وہ اسے تباہی سے بچائے۔" (64)

9۔ امت وسط کی وضاحت:

وکذلک جعلنکم امۃ وسطاً (65)

''اور ہم نے اسی طرح تمہیں ایک امت وسط بنایا ہے''

یہاں مولانا ''امت وسط'' کی وضاحت تحویل قبلہ کی آیت کو بنیاد بنا کر کر رہے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں۔

''دراصل بیت المقدس سے کعبے کی طرف سمت قبلہ کا پھرنا یہ معنی رکھتا ہے کہ اللہ نے بنی اسرائیل کو دنیا کی پیشوائی کے منصب سے باضابطہ معزول کیا اور امت محمدیہ کو اس پر فائز کر دیا''۔(66)

10۔ آیات نکاح کی وضاحت:

فانکحو ما طاب لکم من النساء مثنی و ثلث و ربع فان خفتم الا تعدلو فو احدہ (67)

''تو جو عورتیں تم کو پسند آئیں ان میں سے دو دو، تین تین، چار چار سے نکاح کر لو۔ لیکن اگر تمہیں اندیشہ ہو کہ ان کے ساتھ عدل نہ کر سکو گے تو پھر ایک ہی بیوی کرو۔''

اس آیت کی تفسیر میں مولانا فرماتے ہیں:

''اس بات پر فقہا امت کا اجماع ہے کہ اس آیت کی رو سے تعداد ازواج کو محدود کیا گیا ہے اور بیک وقت چار سے زائد بیویاں رکھنے کو ممنوع قرار دیا گیا ہے''

مزید فرماتے ہیں:

''بعض لوگ اہل مغرب کی مسیحیت زدہ رائے سے مغلوب ومتاثر ہو کر یہ بات ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ قرآن کا اصل مقصد تعداد ازواج کے طریقے کو (جو مغربی نقطۂ نظر سے فی الاصل برا طریقہ ہے) مٹا دینا تھا مگر چونکہ یہ طریقہ بہت زیادہ رواج پا چکا تھا اس لئے اس پر صرف پابندیاں عائد کر کے چھوڑ دیا گیا۔ لیکن اس قسم کی باتیں محض ذہنی غلامی کا نتیجہ ہیں۔ تعداد ازواج کا فی نفسہ ایک برائی ہونا بجائے خود ناقابل تسلیم ہے۔ کیونکہ بعض حالات میں یہ چیز ایک تمدنی اور اخلاقی ضرورت بن جاتی ہے اگر اس کی اجازت نہ ہو تو پھر وہ لوگ جو ایک عورت پر قانع نہیں ہو سکتے حصار نکاح سے باہر صنفی بدامنی پھیلانے لگتے ہیں۔ (68)

11۔ انبیاءؑ کے قتل کی تصدیق:

ویقتلون النبیین بغیر الحق(69)

''اور پیغمبروں کو ناحق قتل کرنے لگے۔''

اس آیت کی تفسیر میں مولانا بائبل کی مدد لیتے ہوئے ان تمام انبیائے بنی اسرائیل کا ذکر فرماتے ہیں جن کو بنی اسرائیل نے ظلم وزیادتی سے جھٹلایا اور ناحق قتل کر دیا۔(70)

12۔ روایات کا ناقدانہ جائزہ

مولانا مودودی کے اسلوب تفسیر میں احادیث، آثار و روایات کو موقع بہ موقع استعمال کیا گیا ہے۔ لیکن کہیں بھی حقائق

قرآنی کو نظر انداز نہیں ہونے دیا۔ مولانا نے احادیث کے قبول ورد میں سلف صالحین ہی کے قواعد وضوابط کو بنیاد بنایا ہے اور کوئی روایات اگر قرآن کی حقانیت سے ٹکراتی ہے تو اسے بلا تامل رد کیا ہے، یہ مسلک، مسلک تحقیق ہے مسلک انکار نہیں ہے۔

تفہیم القرآن میں نقد روایات کے حوالے سے کئی مثالیں دیکھی جا سکتی ہیں۔ (71)

جیسے واقعہ سلیمانؑ:

ولقد فتنا سلیمٰن و القینا علی کرسیه جسداً ثم اناب (72)

''اور سلیمان کو بھی ہم نے آزمائش میں ڈالا اور اس کی کرسی پر ایک جسد لا کر ڈال دیا''

یہاں فتنہ سلیمانؑ کے بارے میں مفسرین نے چار مختلف مسلک اختیار کئے، جن کو مولانا نے عقلی دلائل کی بنا پر مسترد کر دیا اور تفسیر بالرائے سے یہاں ایک منفرد تاویل پیش کی۔ وہ فرماتے ہیں:

''ان کے دل میں غالباً یہ خواہش تھی کہ ان کے بعد ان کا بیٹا جانشین ہو اور حکومت و فرمانروائی آئندہ ان ہی کی نسل میں باقی رہے اس چیز کو اللہ تعالیٰ نے ان کے حق میں فتنہ قرار دیا اور اس پر وہ اس وقت متنبہ ہوئے جب ان کا ولی عہد رحعام ایک ایسا نالائق نوجوان بن کر اٹھا جس کے لچھن صاف بتا رہے تھے کہ وہ داؤد کی سلطنت چار دن بھی نہ سنبھال سکے گا۔ ان کی کرسی پر جسد لا کر ڈالے جانے کا مطلب غالباً یہی ہے کہ جس بیٹے کو وہ اپنی کرسی پر بٹھانا چاہتے تھے وہ ایک کندۂ ناتراش تھا'' (73)

13۔ جدوجہد کی وضاحت:

یا ایها الذین امنو اتقو الله و ابتغۃ الیه الوسیله و جاهدو فی سبیله لعلکم تفلحون. (74)

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو۔ اللہ سے ڈرو اور اس کی جناب میں باریابی کا ذریعہ تلاش کرو اور اس کی راہ میں جدوجہد کرو شاید کہ تمہیں کامیابی نصیب ہو جائے۔

اسی آیت کی تفسیر میں مولانا ''جدوجہد'' کی بہترین وضاحت فرماتے ہیں جو انفرادیت کی حامل ہے وہ فرماتے ہیں۔

''یہ آیت بندۂ مومن کو ہر محاذ پر چومکھی لڑائی لڑنے کی ہدایت کرتی ہے۔ ایک طرف ابلیس لعین اور اس کا شیطانی لشکر ہے۔ دوسری طرف آدمی کا اپنا نفس اور اس کی سرکش خواہشات ہیں۔ تیسری طرف خدا سے پھرے ہوئے بہت سے انسان ہیں جن کے ساتھ آدمی ہر قسم کے معاشرتی، تمدنی اور معاشی تعلقات میں بندھا ہوا ہے۔ چوتھی طرف وہ غلط مذہبی، تمدنی اور سیاسی نظام ہیں جو خدا سے بغاوت پر قائم ہوئے ہیں اور بندگی خدا کے بجائے، بندگی باطل پر ہر انسان کو مجبور کرتے ہیں۔ (75)

14۔ ادیان کی بحثیں:

قرآن تقابل ادیان کا سب سے پہلا ماخذ ہے۔ مولانا عبدالحق حقانی اور مولانا عبدالماجد دریابادی کے ہاں ادیان کی بحثیں موجود ہیں لیکن ایک کے ہاں مناظرانہ اسلوب ہے تو دوسرے ہاں اختصار ہے۔ مولانا حمیدالدین فراہی کے ہاں اسمٰعیل کی

قربانی کے سلسلے میں محققانہ مواد موجود ہے۔ لیکن مولانا مودودی نے اس سلسلے میں بھی منفرد اسلوب اختیار کیا ہے۔ تفہیم القرآن میں اہل کتاب کے ماخذات کے تاریخی اور عقائدی پہلوؤں سے جائزہ لیا گیا ہے۔ تقابل ادیان کے طالب علم کے لئے تفہیم میں اتنا مواد موجود ہے جو اسے کئی ماخذ سے بے نیاز کر دیتا ہے۔ یہودیوں کی نسل پرستی، عیسائیوں کا عقیدۂ تثلیث، کفارہ اور مصلوبیت مسیح ایسے موضوعات ہیں جن پر محققانہ معلومات فراہم کی گئی ہے۔(76)

i۔ اہل کتاب کا غلو

غلو کے بارے میں مولانا فرماتے ہیں:

''یہاں اہل کتاب سے مراد عیسائی ہیں اور غلو کے معنی ہیں کسی چیز کی تائید و حمایت میں حد سے گزر جانا۔ یہودیوں کا جرم یہ تھا کہ وہ مسیح کے انکار اور مخالفت میں حد سے گزر گئے اور عیسائیوں کا جرم یہ ہے کہ وہ مسیح کی عقیدت و محبت میں حد سے گزر گئے۔(77)

ii۔ کلمہ کی وضاحت:

کلمہ عیسائی علم کلام کی اساس ہے۔ جس کی وضاحت مولانا یوں فرماتے ہیں:

''اصل میں لفظ کلمہ استعمال ہوا ہے۔ مریم کی طرف کلمہ بھیجنے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مریم کے رحم پر یہ فرمان نازل کیا کہ کسی مرد کے نطفے سے سیراب ہوئے بغیر حمل کا استقرار قبول کر لے۔ عیسائیوں کو ابتدا مسیح کی پیدائش بے پدر کا یہی راز بتایا گیا تھا مگر انہوں نے یونانی فلسفہ سے گمراہ ہو کر پہلے لفظ کلمہ کو کلام یا نطق (Logos) کا ہم معنی سمجھا پھر اس کلام و نطق سے اللہ تعالیٰ کی ذاتی صفت کلام مراد لے لی۔ پھر یہ قیاس قائم کیا کہ اللہ کی اس ذاتی صفت نے مریم کی بطن میں داخل ہو کر وہ جسمانی صورت اختیار کی جو مسیح کی شکل میں ظاہر ہوئی۔ اس طرح عیسائیوں میں مسیح کی الوہیت کا فاسد عقیدہ ہوا اور اس تصور نے جڑ پکڑ لی کہ خدا نے خود اپنے آپ کو یا اپنی ازلی صفات میں سے نطق و کلام کی صفات کو مسیح کی شکل میں ظاہر کیا۔''(78)

iii۔ عقیدۂ تثلیث کی وضاحت

عقیدۂ تثلیث کے بارے میں مولانا فرماتے ہیں:

''یعنی تین الٰہوں کے عقیدے کو چھوڑ دو خواہ وہ کسی شکل میں بھی تمہارے اندر پایا جاتا ہو۔ حقیقت یہ ہے کہ عیسائی بیک وقت توحید کو بھی مانتے ہیں اور تثلیث کو بھی۔ مسیح کے صریح اقوال جو اناجیل میں ملتے ہیں ان کی بنا پر کوئی عیسائی اس سے انکار نہیں کر سکتا کہ خدا بس ایک ہی خدا ہے اور اس کے سوا دوسرا خدا نہیں ہے۔ ان کے لئے یہ تسلیم کئے بغیر چارہ نہیں ہے کہ توحید اصل دین ہے مگر وہ جو ایک غلط فہمی ابتدا میں ان کو پیش آ گئی تھی کہ کلام اللہ نے مسیح کی شکل میں ظہور کیا اور روح اللہ نے اس میں حلول کیا اس کی وجہ سے

انہوں نے مسیح اور روح القدس کی الوہیت کو بھی خدا وند عالم کی الوہیت کے ساتھ ماننا خواہ مخواہ اپنے اوپر لازم کر لیا۔ اس زبردستی کے التزام سے ان کے لئے یہ مسئلہ ایک ناقابل حل چیستان بن گیا کہ عقیدۂ توحید کے باوجود عقیدۂ تثلیث کو اور عقیدۂ تثلیث کے باوجود عقیدۂ توحید کو کس طرح نباہیں۔ تقریباً 18 سو برس سے مسیحی علماء اسی خود پیدا کردہ مشکل کو حل کرنے میں سر کھپا رہے ہیں۔" (79)

iv۔ عقیدہ کفارہ کی وضاحت

مولانا مودودی نے عقیدہ کفارہ کی وضاحت یوں فرماتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ نے یہاں کفارہ کے عقیدے کی تردید نہیں کی کیونکہ عیسائیوں کے ہاں یہ کوئی مستقل عقیدہ نہیں بلکہ مسیح کو خدا کا بیٹا قرار دینے کا شاخسانہ ہے اور اس سوال کی ایک صوفیانہ فلسفیانہ توجیہہ ہے کہ جب مسیح خدا کا اکلوتا تھا تو وہ صلیب پر چڑھ کر لعنت کی موت کیوں مرا۔ لہٰذا اس عقیدے کی تردید کر دی جائے اور اس غلط فہمی کو دور کر دیا جائے کہ مسیح سولی پر چڑھائے گئے تھے۔ (80)

اعتراضات تفہیم القرآن

علمائے تفسیر کے اصول تفسیر:

علمائے پاک نے تفسیر کرنے کے بنیادی اصول یہ وضع فرماتے ہیں۔

☆تفسیر الماثور

تفسیر القرآن بالقرآن　　　　تفسیر القرآن بالحدیث　　　　حذف اسانید

☆تفسیر بالرائے:

مولانا مودودی کے مطابق:

"ہمارے نزدیک قرآن کے الفاظ سے زائد کوئی مطلب لینا چار ہی صورتوں میں درست ہو سکتا ہے۔ یا تو قرآن ہی کی عبارت میں اس کے لئے کوئی قرینہ موجود ہو۔ یا قرآن میں کسی دوسرے مقام پر اس کی طرف کوئی اشارہ ہو یا کسی صحیح حدیث میں اس اجمال کی شرح ملتی ہو یا اس کا کوئی قابل اعتبار ماخذ ہو۔ جہاں ان میں سے کوئی چیز بھی نہ ہو وہاں محقق بطور خود ایک قصہ تصنیف کر کے قرآن کی عبارت میں شامل کر دینا ہمارے نزدیک درست نہیں۔" (81)

مولانا مودودی نے اپنے بیان کردہ اصول سے ہی نہیں بلکہ ماقبل مفسرین کے اصول و قواعد سے بہت سی جگہوں پر انحراف کیا ہے اور تفہیم القرآن میں ان کی تفردات بکثرت ہیں۔

i۔ وقت سحری

وکلو واشربو حتی یتبین لکم الخیط الابیض من الخیط الاسود من الفجر .(82)

"تیز راتوں کو کھاؤ پیو۔ یہاں تک کہ تم کو سیاہی شب کی دھاری سے سپیدہ صبح کی دھاری نمایاں نظر آ جائے۔

وقت سحری کے بارے میں اس آیت کی تشریح کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں۔

"آج کل لوگ سحری اور افطار دونوں کے معاملے میں شدت احتیاط کی بنا پر کچھ بے جا تشدد برتنے لگے ہیں مگر شریعت نے ان دونوں اوقات کی ایسی حد بندی نہیں کی کہ چند سیکنڈ یا چند منٹ ادھر ادھر جانے سے آدمی کا روزہ خراب ہو جاتا ہے۔ سحر میں سیاہی شب سے سپیدہ سحر کا نمودار ہونا اچھی خاصی گنجائش اپنے اندر رکھتا ہے اور ایک شخص کے لئے یہ بالکل صحیح ہے کہ اگر عین طلوع فجر کے وقت اس کی آنکھ کھلی ہو تو جلدی سے اٹھ کر کچھ کھا پی لے۔"(83)

اس کے بعد مولانا حدیث نبوی کا سہارا لیتے ہوئے تحریر کرتے ہیں:

"حدیث میں آیا ہے کہ حضورؐ نے فرمایا کہ اگر تم میں سے کوئی شخص سحری کھا رہا ہو اور اذان کی آواز آ جائے تو فوراً نہ چھوڑ دے بلکہ اپنی حاجت بھر کھا لے۔"(84)

مولانا کی تشریح سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ اذان فجر کے بعد سحری کھانے کی گنجائش ہے۔ جبکہ احادیث کا مطلب اس کے برخلاف ہے۔

حقیقت یہ ہے اس جگہ مودودی صاحب سے فہم حدیث میں کوتاہی ہوتی ہے کیونکہ حضورؐ کے زمانے میں تہجد کی بھی اذان کا طریقہ تھا اور پھر جب صبح صادق ہو جاتی تو پھر دوبارہ اذان فجر دی جاتی تھی۔ جس اذان کا مودودی صاحب حدیث میں ذکر فرماتے ہیں اس سے اذان تہجد مراد ہے نہ کہ اذان فجر۔(85)

اس تشریح کی تائید چند احادیث سے بھی ہوتی ہے۔

عن عائشہ ان رسولؐ قال لا یمنعکم اذان بلال عن سحورکم فانہ ینادی بلیل فکلو واشربو حتی تسمع ابن ام مکتوم فانہ لا یوذون حتی یطلع الفجر۔(86)

اس سے مراد ہوا کہ اس سے مراد اذان فجر نہیں ہے بلکہ ایک دوسری روایت کے الفاظ یہ ہیں۔

لایغرنکم نداء بلال وھذا البیاس حتی یتفجر الفجر۔(87)

ایک دوسری روایت میں ہے۔

عن انسؓ قال فسحر نامع رسول اللہ ثم قمنا الی الصلوۃ قال انس قلت لیزید کم کان قدر بین الاذان والسحور قال قدر خمسینآیۃ۔(88)

شاید مولانا کی نظر سے یہ احادیث نہ گزری ہوں گی۔

2۔ واقعہ نمرود کی تشریح

الم تر الذی حاج ابراھیم فی ربہ ان الہ اللہ الملک اذ قال ابراھیم ربی الذی یحیی و

یمیت قال انا احی و امیت. (89)

''کیا تم نے اس شخص کے حال پر غور نہیں کیا جس نے ابراہیم سے جھگڑا کیا تھا جھگڑا اس بات پر کہ ابراہیم کا رب کون ہے اور اس بنا پر کہ اللہ تعالیٰ نے اس شخص کو حکومت دے رکھی تھی جب ابراہیم نے کہا کہ میرا رب وہ ہے جس کے اختیار میں زندگی اور موت ہے تو اس نے جواب دیا زندگی اور موت میرے اختیار میں ہے۔

مولانا اس آیت پر تفصیلی کلام کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''نمرود کا دعویٰ خدائی بھی اسی دوسری قسم کا تھا۔ وہ اللہ کے وجود کا منکر نہ تھا۔ اس کا دعویٰ یہ نہ تھا کہ زمین و آسمان کا خالق اور کائنات کا مدبر وہ خود ہے۔'' (90)

حالانکہ اسی آیت میں قرآن نے نمرود کے خدائی دعوے کو بیان فرمایا ہے۔ ''انا احی وامیت''۔

3۔ سلطان مبین کی وضاحت

و اتینا موسی سلطاناً مبینا. (90)

''اور ہم نے موسیٰ کو صریح فرمان عطا کیا''

سلطان مبین سے مراد وہ احکام ہیں جو حضرت موسیٰ کو تختیوں پر لکھ کر دیئے گئے تھے۔ (92)

سورۃ اعراف میں اس کی وضاحت یوں فرماتے ہیں:

''تبرکات جو ان صندوق میں رکھے ہوئے تھے ان سے مراد پتھر کی وہ تختیاں ہیں جو طور سینا پر حضرت موسیٰ کو دی گئی تھیں اس کے علاوہ توریت کا اصل نسخہ بھی اس میں تھا جسے حضرت موسیٰ نے خود لکھوا کر بنی اسرائیل کے سپرد کیا تھا۔'' (92)

دوسرے مفسرین ''سلطان مبین'' سے مراد وہ خاص شان میں لیتے ہیں جس سے مخلوق ان کے حکم میں آجاتی ہے۔ (93)

شاہ عبدالقادر ''سلطان مبین'' سے مراد ''غلبہ صریح'' لیتے ہیں۔ (94)

4۔ سجدۂ تلاوت

ان الذین عند ربک لایستکبرون عن عبادته ویسبحونه وله یسجدون (95)

''جو فرشتے تمہارے رب کے حضور تقرب کا مقام رکھتے ہیں وہ کبھی اپنی بڑائی کے گھمنڈ میں آکر اس کی عبادت سے منہ نہیں موڑتے اور اس کی تسبیح کرتے ہیں اور اس کے آگے جھکے رہتے ہیں''

اس آیت کے تحت مولانا لکھتے ہیں:

''سجدہ تلاوت کے لئے جمہور (علماء) اپنی شرائط کے قائل ہیں۔ جو نماز کی شرطیں ہیں یعنی باوضو ہونا، قبلہ رخ ہونا اور نماز کی طرح سجدہ میں زمین پر سر رکھنا۔ لیکن جتنی احادیث سجود تلاوت کے باب سے ہم کو ملی

ہیں ان میں کہیں ان شرطوں کے لئے دلیل موجود نہیں ہے۔ ان سے تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ آیت سجدہ سن

کر جو شخص جہاں جس حال میں ہو جھک جائے خواہ باوضو ہو یا نہیں۔ استقبال قبلہ ممکن ہو یا نہیں، خواہ زمین

پر سر رکھنے کا موقع ہو یا نہ ہو"۔ (96)

حالانکہ ابن عمر کا فتویٰ یہ ہے:

"لایسجد الرجل الا ھو طاھر (97)

5۔ عصائے موسیٰ اور سحر

واحینا الی موسی ان الق عصاک فاذھی تلقف مایا فکون فوقع الحق وبطل ماکانو یعلمون۔ (98)

ہم نے موسیٰ کو اشارہ کیا کہ پھینک اپنا عصا۔ اس کا پھینکنا تھا کہ آن کی آن میں وہ ان کے جھوٹے طلسم کو نگلتا چلا گیا۔ اس طرح جو حق تھا وہ حق ثابت ہوا اور جو کچھ انہوں نے بنا رکھا تھا وہ باطل ہو کر رہ گیا۔

اس آیت مبارکہ کی تشریح میں مولانا لکھتے ہیں:

"یہ گمان کرنا صحیح نہیں کہ عصا ان لاٹھیوں اور رسیوں کو نگل گیا جو جادوگروں نے پھینکی تھیں اور سانپ، اژدھے بن کر نظر آ رہی تھیں۔ قرآن جو کہہ رہا ہے وہ یہ ہے کہ عصا نے سانپ بن کر ان کے طلسم غریب کو نگلنا شروع کر دیا جو انہوں نے تیار کیا تھا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ سانپ جدھر جدھر گیا وہاں سے جادو کا اثر کافور ہوتا چلا گیا جس کی بدولت لاٹھیاں اور رسیاں سانپ کی طرح لہراتی نظر آ رہی تھیں اس کی ایک گردش میں جادوگروں کی ہر لاٹھی لاٹھی اور ہر رسی رسی بن کر رہ گئی۔" (99)

اس اقتباس اور سورۃ طہٰ میں مودودی صاحب کی رائے یہی ہے کہ عصائے موسیٰ نے سانپ بن کر جادو کے اثر کو رفع کیا جبکہ لاٹھیاں اور رسیاں بدستور اپنی جگہ برقرار رہیں۔

نگلنے کا معنی قرآن سے یہی ثابت ہے کیونکہ "تلقف" کے معنی حقیقی جلدی سے کسی چیز کو نگل جانے کے آتے ہیں۔"

"فوقع الحق وبطل" "بطل" سے بھی یہی ثابت ہے کہ جو چیز سامنے تھی وہ اپنی اصل ہی کے اعتبار سے ختم ہو گئی۔ اس کا وجود بھی برقرار نہ رہا۔ (100)

مفسرین اس کی مزید تشریح اس طرح کرتے ہیں:

فقال السحرۃ لو کان ھذا سحر البقیت حبالنا وعصیاً (101)

یہاں تو جادوگروں کے جادو کا اثر تو ختم ہو ہی گیا تھا بلکہ ان کی لاٹھیاں اور رسیاں بھی سرے سے غائب ہو گئی تھیں اور ان کا نام ونشان نہ رہا۔

6۔ سود اور اس کی بیماریاں واقعہ احد کے تناظر میں:

یا ایھا الذین امنو تاکلو الربو اضعافا مضعفۃ، و اتقو اللہ لعلکم تفلحو ن. (102)

''اے لوگوں جو ایمان لائے ہو یہ بڑھتا چڑھتا سود کھانا چھوڑ دو اور اللہ سے ڈرو امید ہے فلاح پاؤ گے''

اس آیت کی تفسیر میں مولانا فرماتے ہیں:

''احد کی شکست کا سب سے بڑا سبب یہ تھا کہ مسلمان عین کامیابی کے موقع پر مال کی طمع سے مغلوب ہو گئے اور اپنے کام کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کے بجائے غنیمت لوٹنے میں لگ گئے۔''

آگے فرماتے ہیں:

''سود خواری جس سوسائٹی میں موجود ہوتی ہے اس کے اندر سود خواری کی وجہ سے دو قسم کے اخلاقی امراض پیدا ہوتے ہیں سود لینے والوں میں حرص، طمع، بخل اور خود غرضی اور سود دینے والوں میں نفرت، غصہ اور بغض و حسد وغیرہ۔ احد کی شکست میں ان دونوں قسم کی بیماریوں کا کچھ نہ کچھ حصہ شامل تھا۔''(103)

قرآن مجید میں واقعہ احد کے حوالے سے ان بیماریوں کا کوئی ذکر نہیں ہے اور نہ اشارہ ہے۔

7۔ فرشتوں کی جنگ

اذ یوحی ربک الی الملائکۃ انی معکم فثبو الذین امنو سالقی فی قلوب الذین کفر و الرعب فاضربو فو ق الاعناق و اضربو کل بنان. ''(104)

اور وہ وقت جب تمہارا رب فرشتوں کو اشارہ کر رہا تھا کہ ''میں تمہارے ساتھ ہوں تم اہل ایمان کو ثابت قدم رکھو۔ میں ابھی ان کافروں کے دلوں میں رعب ڈالے دیتا ہوں۔ پس تم ان کی گردنوں پر ضرب اور جوڑ جوڑ پر چوٹ لگاؤ۔

اس کی تاویل مولانا یوں فرماتے ہیں:

''جو اصولی باتیں ہم کو قرآن کے ذریعے سے معلوم ہوئی ہیں ان کی بنا پر ہم یہ سمجھتے ہیں کہ فرشتوں سے قتال کا یہ کام نہیں لیا گیا ہوگا کہ وہ خود حرب و ضرب کا کام کریں بلکہ شاید اس کی یہ صورت ہوگی کہ کفار پر جو ضرب مسلمان لگائیں وہ فرشتوں کی مدد سے ٹھیک بیٹھے اور کاری لگے۔''(105)

یہاں فرشتوں کے قتل کفار سے مولانا نے انکار کیا ہے حالانکہ اس سلسلے میں متعدد روایات ہیں۔(106)

8۔ عصمت حضرت یوسف پر تنقید

قال جعلنیعلی خزائن الارض انی حفیظ العلیم (107)

(یوسف نے کہا) ملک کے خزانے میرے سپرد کیجئے میں حفاظت کرنے والا بھی ہوں اور علم بھی رکھتا ہوں۔

اس کی وضاحت میں مولانا فرماتے ہیں:

''یہ محض وزیر مالیات کے منصب کا مطالبہ نہیں تھا جیسا کہ بعض لوگ (مفسرین راقم) سمجھتے ہیں بلکہ یہ

ڈکٹیٹر شپ کا مطالبہ تھا۔(108)وہ قریب قریب وہی پوزیشن تھی جو اس وقت اٹلی میں مسولینی کو حاصل ہے۔"(109)

یہاں انبیاء میں سے ایک نیک پاکباز صالح پیغمبر کو مخلوق خدا کے ایک ظالم کافر انسان سے تشبیہ دی گئی ہے۔

9۔ حقیقت خضر

فوجدا عبدا من عبادنا اتیناہ رحمۃ من عندنا و علمنا من لدنا علما. (110)

وہاں انہوں نے ہمارے بندوں میں سے ایک بندے کو پایا جسے ہم نے اپنی رحمت سے نوازا تھا اور اپنی طرف سے ایک خاص علم عطا کیا تھا۔

مولانا اس کی تفسیر میں حضرت خضر کی انسانیت سے انکار کرتے ہیں۔ لکھتے ہیں:

"پس نبی کا یہ ارشاد کہ انہوں نے ایک مرد کو پایا حضرت خضر کے انسان ہونے پر صریح دلالت نہیں کرتا اس کے بعد ہمارے لئے اس پیچیدگی کو رفع کرنے کی صرف یہی ایک صورت باقی رہ جاتی ہے کہ ہم خضر کو انسان نہ مانیں"(111)

علامہ ابن کثیر دمشقی(المتوفی 774ھ) لکھتے ہیں:

ھذا سھو الخضر علیہ السلام کمادلت علیہ الاحادیث الصحیۃ (112)

دوسری بات یہ کہ اگر خضر انسان نہیں فرشتے تھے تو انہوں نے کھانا کیوں طلب فرمایا۔

حتی اذا اتیاھل قریۃ استطعما اھلھا (113)

"یہاں تک کہ ایک بستی میں پہنچے اور وہاں کے لوگوں سے کھانا مانگا۔ حالانکہ جب حضرت ابراہیم کے پاس فرشتے خوشخبری لے کر آئے تو ان کے کھانا نہ کھانے کی بناء پر حضرت ابراہیم نے ان کو پہچانا کہ وہ فرشتے ہیں۔

ولقدجاء ت رسلنا ابراھیم بالبشریٰ قالو سلما. قال سلم فما لبث ان جاء بعجل حنیذ. فلما را ایدیھم لاتصل الیہ نکرھم منھم خیفۃ قالو لاتخف ان ارسلنا الی قوم لوط. (114)

جمہور علماء کا فیصلہ یہ ہے:

والصحیح انہ نبی جزم بہ جماعۃ وقال الثعلبی ھو نبی علی جمیع الاقوال (الی قولہ) وجزم بہ ابن الجوزی فی کتابہ (115)

ابن جوزی جیسا آدمی جو ذرا ذرا سی بات پر جرح کرتا ہے وہ بھی جزم کے ساتھ کہہ دے کہ حضرت خضر نہ صرف انسان تھے بلکہ نبی بھی تھے۔

مولانا نے جس حدیث کا حوالہ دیا اس کے الفاظ یہ ہیں:

اذ جاءہ رجل فقال یعلم مکان رجل اعلم منک (116)

اس حدیث میں کوئی قرینہ ہے کہ جس سے ثابت ہو کہ رجل سے مراد غیر انسان ہے اس واقعہ کی ابتداء یہ ہے۔

واتیناہ رحمۃ من عندنا و علمنٰہ من لدنا علما۔ (117)

اس جگہ "رحمۃ" سے مراد مفسرین نے "نبوت" سے لی ہیں۔ (118)

10۔ فہم قرآن میں مودودی کے نزدیک معیار حدیث

اس سلسلے میں مولانا مودودی لکھتے ہیں:

"کوئی روایت جو رسولؐ کی طرف منسوب ہو اس کی نسبت کا صحیح و معتبر ہونا بجائے خود زیر بحث ہوتا ہے آپ کے نزدیک ہر اس روایت کو حدیث رسول مان لینا ضروری ہے جسے محدثین سند کے اعتبار سے صحیح قرار دیں لیکن ہمارے نزدیک یہ ضروری نہیں۔ ہم سند کی صحت کو حدیث کے صحیح ہونے کی لازمی دلیل نہیں سمجھتے۔ ہمارے نزدیک سند کسی حدیث کی صحت معلوم کرنے کا واحد ذریعہ نہیں۔ بلکہ وہ ان ذرائع میں سے ایک ہے جن سے کسی روایت کے حدیث رسول ہونے کا ظن غالب حاصل ہوتا ہے"(119)

اس عبارت میں مولانا مودودی نے اپنا موقف متعین کر لیا ہے کہ وہ محدثین کے مقابلہ میں اپنی ایک مستقل حیثیت رکھتے ہیں۔ ان کے مطابق تفسیر و حدیث کے پرانے ذخیروں سے قرآن و سنت کی تعلیم نہ دی جائے۔ اس ضمن میں وہ لکھتے ہیں:

"قرآن و سنت کی تعلیم سب پر مقدم ہے مگر تفسیر و سنت کے پرانے ذخیروں سے نہیں ان کے پڑھانے والے ایسے ہونے چاہئیں جو قرآن و سنت کے مغز کو پاچکے ہیں۔"(120)

مولانا مودودی اس ضمن میں فہم قرآن کے لئے تفسیر کی ضرورت محسوس نہیں کرتے۔ اس ضمن میں وہ لکھتے ہیں:

"قرآن کے لئے تفسیر کو حاجت نہیں ایک اعلیٰ درجہ کا پروفیسر کافی ہے جس نے بنظر غائر قرآن کا مطالعہ کیا ہو اور جو بہ طرز جدید قرآن پڑھنے اور سمجھانے کی اہلیت رکھتا ہو۔"(121)

مولانا کے مطابق قرآن فہمی کا بہترین طریقہ یہ ہے:

"قرآن کو پوری طرح سمجھنے کی بہترین صورت صرف یہ ہو سکتی ہے کہ اس کا خواہشمند پہلے تو یہ سمجھے کہ یہ الہام اس پر نازل ہو رہا ہے اور پھر وہ یہ سمجھ کر پڑھے کہ وہ خود اس کلام کو نازل کر رہا ہے اور میں نے قرآن کو سمجھنے کے لئے یہی طریقہ اختیار کیا ہے۔"(122)

یہاں پر مولانا قرآن فہمی کے لئے حدیث کو حتمی معیار نہیں سمجھتے جب کہ علم تفسیر کی چوتھی شرط حدیث کا جاننا ہے۔ ظاہر قرآن فہمی کے لئے ایک مفسر کو علم حدیث پر جب تک مہارت تامہ نہ حاصل ہو اس کے لئے قرآن کا افہام تفہیم نہ صرف یہ کہ دشوار ہے بلکہ ناممکن ہے۔

الرابع تعیین مبهم وتبیین مجمل و سبب نزول و نسخ و یوخذ ذلک من علم الحدیث. (123)

لیکن مولانا مودودی کا نقطہ نظر یہ ہے۔

''یہ دعویٰ کرنا صحیح نہیں ہے کہ بخاری میں جتنی احادیث درج ہیں ان کے مضامین کو بھی جوں کا توں بلا تنقید قبول کر لینا چاہیے اس سلسلے میں یہ بات جان لینی ہے کہ کسی روایت کے سنداً صحیح ہونے کے لئے یہ لازم نہیں آتا کہ اس کا نفس مضمون بھی ہر لحاظ سے صحیح اور جوں کا توں قابل قبول ہو'' (124)

مسلمانوں کے نزدیک احادیث کی اہمیت کے بارے میں لکھتے ہیں:

''مسلمانوں کے نزدیک حدیث صحیح وہ ہے جو معتبر راویوں کی پوری احتیاط و دیانتداری کے ساتھ، سند متصل کے نقل ہوئی اور جس کے راویوں اور خود اس روایت میں کوئی عیب اور نقص (علت و شذوذ) نہ ہو'' (125)

مولانا نے اپنے اس قول کے برعکس تفہیم القرآن میں متعدد جگہ حدیث صحیح کو ترک کر کے اپنی رائے اور تحقیق کو مستند مانا ہے اور بعض جگہوں پر صحیح حدیث کو ترک کر کے بائبل کی عبارت کو ترجیح دی ہے۔

جبکہ اناجیل اربعہ کے متعلق مولانا عبدالماجد دریابادی اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں:

''جہاں تک اناجیل اربعہ کا سوال ہے (جو عہد جدید کہی جاتی ہیں) تو ان کا معاملہ عہد عتیق سے بھی گیا گزرا ہے۔ اس کی تدوین اور اسکے مؤلفکے بارے میں بڑی پیچیدگیاں اور دشواریاں اور شک و شبہ پایا جاتا ہے اور ان کے اور حضرت مسیحؑ کے درمیان ایک بڑی خلیج حائل ہے۔ جس کا پاٹنا اور جسے عبور کرنا کسی بھی محقق اور مورخ کے امکان میں نہیں رہ گیا ہے۔'' (126)

مولانا ابوالحسن ندوی انجیلوں کی اہمیت کے بارے میں لکھتے ہیں:

''یہ انجیلیں مسلمانوں کے دوسرے اور تیسرے درجہ کے مجموعہ ہائے حدیث و سنن کا استناد اور اعتماد و اعتبار بھی نہیں رکھتیں چہ جائے کہ وہ صحاح ستہ کے برابر ہوں۔ اس لئے کہ یہ کتابیں اپنے مولفین سے رسول اللہؐ تک مسلسل اور متصل سند اور سلسلہ رکھتی ہیں۔'' (127)

خود مولانا مودودی تحریف بائبل کا اعتراف کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں:

''بائبل میں جو چار انجیلیں قانونی اور معتبر قرار دے کر شامل کی گئیں ہیں ان میں سے کسی کا لکھنے والا بھی حضرت عیسیٰ کا صحابی نہ تھا اور ان میں سے کسی نے یہ دعویٰ بھی نہیں کیا تھا کہ اس نے حضرت عیسیٰ کے صحابیوں سے حاصل کردہ معلومات اپنی انجیل میں درج کی ہیں ان کا کوئی حوالہ انہوں نے نہیں دیا ہے کہ جس سے یہ پتہ چل سکے کہ راوی نے آیا خود وہ واقعات دیکھے اور وہ اقوال خود سنے یا ایک چند واسطوں

سے یہ باتیں اسے پہنچی ہیں۔'' (128)

مگر اس اعتراف حقیقت کے باوجود مولانا نے تفہیم القرآن میں بائبل کے صفحے نقل کیے ہیں جن کا محرف ہونا اس حقیقت سے ثابت ہے۔ دوسری طرح احادیث شریفہ کو رد کیا ہے جن پر محدثین نے بڑی محنت سے چھان بین کی ہے۔

تفہیم القرآن میں احادیث پر تنقید

تفہیم القرآن میں مولانا مودودی نے جہاں احادیث پر عدم اعتماد کا اظہار کیا اس کی چند مثالیں درج ذیل ہیں:

☆ جنگ بدر کی احادیث پر جرح

1۔ سورۃ انفال کے حاشیہ 4 میں غزوہ بدر کے متعلق سیرت و مغازی کی روایت پر نقد جرح فرمائی ہے۔(129)

2. التائبون العبون الحمدون السائحو .... (130)

ترجمہ: اللہ کی طرف بار بار پلٹنے والے، اس کی بندگی بجالانے والے، اس کی تعریف کے گن گانے والے،
اس کی خاطر زمین میں گردش کرنے والے ....

مفسرین نے السائحون کی تفسیر میں الصائمون روزہ رکھتے ---- کی تاویل و روایت کو اہمیت دی ہے جبکہ مولانا اس جگہ آزاد ترجمانی کرتے ہوئے السائحون کی تشریح ''اس کی خاطر گردش کرتے'' سے لی ہے۔ مزید تفسیر میں فرماتے ہیں:

''یہاں سیاحت سے مراد محض گھومنا پھرنا نہیں بلکہ ایسے مقاصد کے لئے زمین میں نقل و حرکت کرنا ہے جو پاک اور بلند ہوں جن میں اللہ کی رضا مطلوب ہو۔ مثلاً اقامت دین کے لئے جہاد، کفر زدہ علاقوں سے ہجرت، دعوت دین، اصلاح خلق اور طلب علم صالح اور مشاہدہ آثار الٰہی اور تلاش رزق حلال۔'' (131)

3. اولم یکفهم انا انزلنا علیک الکتاب یتلی علیهم (132)

ترجمہ: کیا ان لوگوں کے لئے یہ کافی نہیں کہ ہم نے تم پر کتاب نازل کی جو انہیں پڑھ کر سنائی جاتی ہے۔

اس آیت کی تفسیر میں مولانا تمام روایات و اسناد کی تردید کرتے ہوئے اس بات کا مدلل اعلان کرتے ہیں کہ حضورؐ ناخواندہ تھے اور لکھنا پڑھنا نہیں جانتے تھے۔ اس ضمن میں وہ صلح حدیبیہ سے متعلق ساری احادیث کی تردید فرماتے ہیں جو اس بارے میں ہیں کہ حضورؐ نے معاہدہ لکھتے ہوئے رسول اللہ کا لفظ کاٹ کر محمد بن عبداللہ لکھا تھا۔

لہٰذا اس بات کی بھی تردید فرماتے ہیں کہ حضورؐ وفات سے پہلے لکھنے پڑھنا جان چکے تھے کہ وہ سنداً ضعیف روایات ہیں۔(133)

4. والقینا علی کرسیه جسداً ثم اناب (134)

ترجمہ: ''اور سلیمان کو بھی ہم نے آزمائش میں ڈالا اور اس کی کرسی پر ایک جسد لاکر ڈال دیا۔

اس آیت کی تفسیر میں مولانا تمام احادیث اور روایات کی نفی فرماتے ہوئے تفسیر بالرائے سے ایک مختلف ہی تاویل پیش فرماتے ہیں۔(135)

5۔سورۃ الدھر کے زمانہ نزول کے متعلق حضرت علیؓ کی نذر اور خیرات والی حدیث/روایت کو عقل کے منافی سمجھتے ہیں اور اس کو قبول کرنے سے انکار کرتے ہیں۔(136)

حرف آخر

مولانا مودودی ایک کثیر الجہت شخصیت تھے۔انہوں نے بطور مفسر عصر حاضر کو فہم قرآن کا ایک نیا اسلوب اور منہاج عطا کیا۔عصر حاضر میں اسلام کی تعلیمات کو سمجھنے اور عمل پیرا ہونے کے لئے نئے مکتبہ فکر کا آغاز کیا۔انہوں نے اسلام کے سیاسی،معاشی، معاشرتی واخلاقی اور تربیتی موضوعات پر موثر لٹریچر فراہم کیا۔انہوں نے 120 سے زائد کتب لکھیں اور ان میں سب سے منفرد اور نمایاں تفہیم القرآن کی تالیف ہے۔جس کو مکمل ہونے میں تیس سال کا عرصہ درکار رہا۔انہوں نے تفہیم القرآن کی تفسیر کے ذریعے قرآن کو ایسے طریق زندگی کے طور پر پیش کیا جو پوری ہمہ گیریت کے ساتھ عہد جدید پر منطبق ہو سکے۔انہوں نے روایتی مذہبی طبقہ اور جدید تعلیم یافتہ طبقہ کی اس خلیج کو پر کیا جو کہ علامہ اقبالؒ کا خواب تھا۔انہوں نے اجتہادی بصیرت کے ساتھ اسلامی فکر کے اساسی اصولوں کو جدید تعلیم یافتہ طبقہ کے لئے پیش کیا۔

مولانا مودودی نے تفہیم القرآن کے ذریعے عام تعلیم یافتہ انسان کو قرآن فہمی میں غور وفکر اور تدبر کی راہ دکھلائی انہوں نے آزادی ترجمانی کی مدد لیتے ہوئے قاری کے ذہن میں موجود تمام شک وشبہ کو رفع کیا اور شعور عبدیت کا نیا احساس پیدا کیا۔

مولانا مودودی کے مطابق قرآن ایک زندہ جاوداں کتاب ہے جو ہر دور میں تحریک برپا رکھتا ہے اور نظریاتی ملت کی بنیاد بنتا ہے۔گویا تفہیم القرآن تحریک اسلامی کا صحیفہ ہدایت بن گئی ہے۔

تفہیم القرآن کا اسلوب بیان نہایت موثر اور سادہ ورواں ہے۔اس میں کوئی شک نہیں کہ تفہیم القرآن اردوئے مبین کا شاندار نمونہ ہے۔تفہیم القرآن میں اجتہادی بصیرت اور فقہی مسائل میں اعتدال وتوازن کے جابجا نمونے دیکھے جاسکتے ہیں۔نیز ضعیف اور اسرائیلی روایات کا ناقدانہ جائزہ لیا گیا ہے۔کلامی مسائل اعتدال وتوازن سے نظر ڈالی گئی ہے۔تفہیم القرآن میں عصری علوم اور فکر جدید کے مطابق قرآن کی تشریح وتفسیر کی گئی ہے۔تفہیم القرآن کو جس اعتبار سے تمام معاصر تفاسیر میں ایک امتیازی شان حاصل ہے وہ فکری اصلاح ہے۔سید مودودی نے جدید سیاسی،معاشرتی اور معاشی اصول وقواعد اور افکار وکلیات پر جرح وتنقید کرکے اسلام کے سیاسی،معاشرتی اور معاشی اصولوں کی تشریح وتوضیح اس انداز سے کی ہے کہ ان تصورات کی صداقت سے انکار ممکن نہیں تفہیم القرآن میں مستشرقین ومحرفین کے گمراہ کن تاویلات کی کڑی جانچ پڑتال کی گئی ہے۔غرض جدید دور میں تفہیم القرآن کی تالیف اسلام کی جامعیت اور ابدیت کا موثر ابلاغ ہے قرآن فہمی کی نئی راہ ہے۔اسلام کا کوئی طالب علم اس کی فیض یابی سے محروم نہیں رہ سکتا۔

حوالہ جات

1۔ سید ابوالاعلیٰ مودودی، چوہدری عبدالرحمن عبد، اسلامک پبلیکیشنز

2۔ سید مودودی بحیثیت مفسر، ڈاکٹر خالد علوی، الفیصل ناشران کتب

3۔ ایضاً

4۔ صدی کا سالار اعلیٰ، مضمون از پروفیسر شریف المجاہد، جسارت میگزین 28-22 ستمبر 2013ء

5۔ مولانا مودودی مفکر، مصلح اور مدبر، پروفیسر خورشید احمد، ماہنامہ ترجمان القرآن مئی 2004ء

6۔ قرآن کی چار بنیادی اصطلاحات، مولانا ابوالاعلیٰ مودودی، اسلامک پبلیکیشنز طبع سوم 2000ء

7۔ مقدمہ تفہیم القرآن، جلد اول

8۔ ایضاً

9۔ ایضاً

10۔ ایضاً

11۔ سید مودودی بحیثیت مفسر، ڈاکٹر خالد علوی

12۔ مقدمہ تفہیم القرآن، جلد اول

13۔ ایضاً

14۔ تفہیم القرآن ایک عصری عمرانی تفسیر، سید محمد علی ایازی، ترجمان القرآن مئی 2004ء

15۔ مقدمہ تفہیم القرآن، جلد اول

16۔ سید مودودی کا تفسیری اسلوب، پروفیسر الیف الدین ترابی، ترجمان القرآن مئی 2004ء

17۔ ایضاً

18۔ تفہیم القرآن ایک عصری عمرانی تفسیر، سید محمد علی ایازی، ترجمان القرآن مئی 2004ء

19۔ سید مودودی کا تفسیری اسلوب، پروفیسر الیف الدین ترابی، ترجمان القرآن مئی 2004ء

20۔ ایضاً

21۔ ایضاً

22۔ ایضاً

23۔ ایضاً

24۔ ایضاً

25۔ ایضاً

26۔ ایضاً

27۔ تفہیم القرآن۔ ج 6۔ سورۃ التکاثر۔ حاشیہ 1

28۔ تفہیم القرآن۔ ج 6۔ سورۃ الرحمٰن۔ حاشیہ 12

29۔ تفہیم القرآن۔ ج 6۔ سورۃ الفیل۔ پس منظر

30۔ تفہیم القرآن۔ ج 4۔ سورۃ الاحزاب۔ تفسیر

31۔ سید مودودی کا تفسیری اسلوب۔ پروفیسر الیف الدین ترابی۔ ماہنامہ ترجمان القرآن مئی 2004ء

32۔ ایضاً

33۔ رسائل و مسائل۔ ج 1۔ سید ابوالاعلیٰ مودودی۔ اسلامک پبلیکیشنز۔ ص 235

34۔ ایضاً۔ ج 1۔ ص 244

35۔ سورۃ بقرہ۔ آیت 229

36۔ تفہیم القرآن۔ ج 1۔ سورۃ بقرہ۔ حاشیہ 250

37۔ تفہیم القرآن۔ ج 1۔ سورۃ بقرہ۔ حاشیہ 251

38۔ تفہیم القرآن۔ ج 1۔ سورۃ بقرہ۔ حاشیہ 251

39۔ ایضاً

40۔ الہدایہ۔ باب الخلع۔ ص 158

41۔ الہدایہ۔ باب الطلاق۔ ج 2۔ ص 127

42۔ سورۃ بقرہ۔ آیت 230

43۔ الفقہ علی المذاہب الاربعہ۔ ج 2۔ ص 132

44۔ ایضاً

45۔ الہدایہ۔ ج 2۔ ص 380۔ ابن ماجہ۔ کتاب النکاح۔ باب المحلل والمحلل لہ۔ ج 1/ ص 266

46۔ الہدایہ۔ ج 2۔ ص 380

47۔ الفقہ علی المذاہب الاربعہ۔ ج 4۔ ص 80

48۔ ایضاً

49۔ ایضاً

50۔ تفہیم القرآن۔ ج 1۔ سورۃ بقرہ۔ حاشیہ 230

51۔ تفہیم القرآن۔ ج 3۔ سورۃ النور۔ حاشیہ 2۔ ص 340

52۔ سورۃ طٰہٰ۔ آیت 14

53۔ ابوداؤد۔ کتاب الصلوٰۃ۔ باب الصلوٰۃ فی النعل۔ 427/1۔ ابن ماجہ۔ کتاب الصلوٰۃ۔ باب الصلوٰۃ فی النعال۔ 330/1

54۔ ایضاً

55۔ تفہیم القرآن۔ ج 3۔ سورۃ طٰہٰ۔ حاشیہ 7۔ ص 89

56۔ ایضاً

57۔ سورۃ بقرہ 238

58۔ تفہیم القرآن۔ ج 1۔ سورۃ بقرہ۔ حاشیہ 263

59۔ روح المعانی۔ دار التراث۔ ج 2۔ آیت 238

60۔ سورۃ بقرہ۔ آیت 34

61۔ تفہیم القرآن۔ ج 1۔ سورۃ بقرہ۔ حاشیہ 47

62۔ سورۃ بقرہ۔ آیت 35

63۔ تفہیم القرآن۔ ج 1۔ سورۃ بقرہ۔ حاشیہ 48

64۔ ایضاً = = حاشیہ 49

65۔ سورۃ بقرہ۔ آیت 143

66۔ تفہیم القرآن۔ ج 1۔ سورۃ البقرہ۔ حاشیہ 144

67۔ سورۃ النساء۔ آیت 3

68۔ تفہیم القرآن۔ ج 1۔ سورۃ النساء۔ حاشیہ 5

69۔ سورۃ البقرہ۔ آیت 61

70۔ تفہیم القرآن۔ ج 1۔ سورۃ بقرہ۔ حاشیہ 79

71۔ سید مودودی بحیثیت مفسر۔ ڈاکٹر خالد علوی

72۔ سورۃ ص۔ آیت 34

73۔ تفہیم القرآن۔ ج 4۔ سورۃ ص۔ حاشیہ 36

74۔ سورۃ المائدہ۔ آیت 35

75۔ تفہیم القرآن۔ ج 1۔ سورۃ المائدہ۔ حاشیہ 59

76۔ سید مودودی بحیثیت مفسر۔ ڈاکٹر خالد علوی

77۔ تفہیم القرآن۔ ج 1۔ سورۃ النساء۔ حاشیہ 211

78۔ تفہیم القرآن۔ ج 1۔ سورۃ النساء۔ حاشیہ 212

79۔ ایضاً = = = حاشیہ 215

80۔ ایضاً = = = حاشیہ 216

81۔ تفہیم القرآن۔ ج 4۔ سورۃ ص۔ حاشیہ 35۔ ص 334

82۔ سورۃ البقرہ۔ آیت 187

83۔ تفہیم القرآن۔ ج 1۔ سورۃ البقرہ۔ حاشیہ 194

84۔ ایضاً

85۔ تفسیرات تفہیم۔ مفتی عزیز الرحمن۔ بجنوری زمزم پبلیکیشنز کراچی 2000ء ص 55

86۔ صحیح بخاری شریف۔ ج 1۔ باب الاذان۔ حدیث 403

87۔ معجم الکبیر۔ الامام الطبرانی۔ ج 7۔ رقم 981

88۔ الجامع المسلم۔ الامام مسلم۔ کتاب الصلاۃ رقم 47

89۔ سورۃ بقرہ۔ آیت 258

90۔ تفہیم القرآن۔ ج 1۔ سورۃ بقرہ۔ حاشیہ۔ 291

91۔ سورۃ النساء۔ آیت 153

92۔ تفہیم القرآن۔ ج 1۔ سورۃ النساء۔ حاشیہ 184

★92۔ تفہیم القرآن۔ ج2۔ سورۃ الاعراف۔ حاشیہ 101

93۔ تفسیر حقانی المعروف فتح المنان۔ ج2۔ سورۃ النسا۔153

94۔ تفسیر موضح القرآن سورۃ النسا۔153

95۔ سورۃ الاعراف۔ 206

96۔ تفہیم القرآن۔ ج2۔ سورۃ الاعراف۔ حاشیہ 157

97۔ مسند ابن ابی شیبہ لامام یعقوب بن شیبہ البصری 206ھ۔ کتاب الطہارۃ، دارالفکر۔

98۔ سورۃ الاعراف۔ آیت 117،118

99۔ تفہیم القرآن۔ ج2۔ سورۃ الاعراف حاشیہ 90

100۔ لغات القرآن۔ ج2۔ ص36

101۔ تفسیر بیضاوی۔ ج2۔ روح المعانی ج2

102۔ سورۃ البقرہ۔ آیت 130

103۔ تفہیم القرآن۔ ج1۔ سورۃ البقرہ۔ حاشیہ 98،99

104۔ سورۃ الانفال۔ آیت 12

105۔ تفہیم القرآن۔ ج2۔ سورۃ الانفال۔ حاشیہ 10

106۔ صحیح بخاری شریف۔ ج2۔ کتاب المغازی۔ رقم 479 مترجم۔ علامہ وحید الزماں۔ اسلامی کتب خانہ

107۔ سورۃ یوسف۔ آیت 55

108۔ مسولینی۔ اٹلی کا مشہور حکمران فسطائی جماعت کا لیڈر، 1921ء کو اقتدار میں آنے کے بعد یونانیوں سے مختلف علاقوں پر قبضہ کرنا شروع کر دیا۔
(انقلاب عالم محمد نعیم صدیقی ص29)

109۔ تفہیمات۔ سید ابوالاعلیٰ مودودی۔ ج2۔ ص122۔ طبع پنجم

110۔ سورۃ الکہف۔ آیت 65

111۔ تفہیم القرآن۔ ج3۔ سورۃ الکہف حاشیہ 60

112۔ تفسیر ابن کثیر۔ الامام حافظ عماد الدین ابن کثیر۔ متوفی 774۔ سورۃ الکہف 65

113۔ سورۃ الکہف۔ آیت 77

114۔ سورۃ ہود۔ آیت 69،70

115۔ عینی شرح بخاری۔ ج1۔ ص17

116۔ تفسیر ابن کثیر۔ ج3۔ الکہف 65

117۔ سورۃ الکہف 65

118۔ تفسیر مظہری۔ مولانا قاضی ثناء اللہ پانی پتی۔ ج7۔ الکہف 65، دارالاشاعت کراچی

119۔ رسائل و مسائل۔ سید ابوالاعلیٰ مودودی۔ ج1۔ ص290

120۔ تنقیحات۔ سید ابوالاعلیٰ مودودی۔ ص126

121۔ ایضاً = = = ص212

122۔ نوائے پاکستان۔ ص4۔ کالم6۔ 4 ستمبر 1955 اخبار دعوت دہلی۔ ج11

123۔ روح المعانی۔ ج1۔ ص6

124۔ رسائل و مسائل۔ ج2۔ ص44

125۔ مطالعۂ قرآن کے اصول و مبادی۔ مولانا سید ابوالحسن علی ندوی۔ مجلس نشریات اسلام کراچی 1401ھ

126۔ تفسیر ماجدی۔ مولانا عبدالماجد دریابادی

127۔ مطالعۂ قرآن کے اصول و مبادی۔ ص128

128۔ تفہیم القرآن۔ ج5۔ الصف۔ حاشیہ 4۔ ص467

129۔ تفہیم القرآن۔ ج2۔ سورۃ الانفال۔ حاشیہ 4

130۔ سورۃ التوبہ۔ آیت 122

131۔ تفہیم القرآن۔ ج2۔ سورۃ التوبہ۔ حاشیہ 109

132۔ سورۃ العنکبوت۔ آیت 51

133۔ تفہیم القرآن۔ ج3۔ سورۃ العنکبوت۔ حاشیہ 91

134۔ سورۃ ص۔ آیت 34

135۔ تفہیم القرآن۔ ج4۔ سورۃ ص۔ حاشیہ 36

136۔ تفہیم القرآن۔ ج6۔ سورۃ دہر۔ شان نزول